بسم الله الرحمن الرحیم

نظـــــــرات

وفاقی وزیر راجہ ظفر الحق نے وزارت کا بار امانت اٹھانے کے بعد جن جگہوں کو اپنی اولین توجہ کا مستحق گردانا ان میں سے ایک ادارۂ تحقیقات اسلامی بھی ہے ۔ ادارے کے ساتھ راجہ صاحب کا تعلق ان کی نئی قومی ذمہ داریوں کا مرہون منت نہیں ۔ ادارے کے ساتھ ان کے ربط وتعلق کی داستان پرانی اور قدرے طولانی ہے جس کے دہرانے کا یہ محل نہیں ۔ علم دوست ہونے کے باعث ادارۂ تحقیقات اسلامی شروع ھی سے ان کی توجہ کا مرکز رہا ہے ۔ وہ محض اپنی ذاتی دلچسپی کی وجہ سے گاھے گاھے ادارے کو اپنی آمد سے نوازتے رہتے تھے ۔ اسکالروں کے علاوہ ادارے کا گرانمایہ کتب خانہ ہمیشہ ان کے لئے وجہ کشش رہا ۔ اس لئے گزشتہ دنوں جب راجہ صاحب ادارے میں تشریف لائے تو ادارے کے ارکان نےگرم جوشی کے ساتھ ان کا دلی خیر مقدم کیا ۔

راجہ صاحب قانون کے پیشے سے وابستہ رہے ۔ پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کی راہ میں حائل بعض عملی دشواریوں کا انہیں ذاتی تجربہ ہے ۔ ان میں سے ایک دشواری جس کا حل ادارے کے دائرہ کار میں آتا ہے عدالتوں کے لئے مستند ذرائع اور اصل مآخذ سے قابل استعمال شرعی مواد کی فراھمی ہے ۔ قانون کے پیشے سے وابستہ وکلاء اور جج صاحبان کی اکثریت شرعی قوانین سے ناواقف ہے اور عربی میں ہونے کے باعث وہ ان کا براہ راست مطالعہ نہیں کر سکتے ۔ اس صورت حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ تمام مواد جس کی فوری ضرورت ہے اردو میں منتقل کرکے ان کے دروازے ان پر کھول دیئے جائیں ۔

چنانچہ جب راجہ صاحب نے اپنی تقریر میں ادارے کے ڈائرکٹر اور اسکالروں کے سامنے اس مسئلے کا ذکر کیا تو یوں محسوس کیا گیا کہ جیسے یہ تو پہلے ھی سے جانی اور پہچانی ھوئی بات ھو۔ ادارے میں راجہ صاحب کی اس تجویز کا نہ صرف خیر مقدم کیا گیا بلکہ عملی اقدامات کی تدابیر زیر غور آئیں۔بسرعت تمام ھنگامی بنیادوں پر منتخب شرعی قوانین پر مشتمل مجلدات کی تیاری کا قصیر المیعاد منصوبہ بنایا گیا ۔ امید ہے کہ تین ماہ کے اندر ان قوانین کی تدوین کا کام مکمل کر لیا جائے گا ۔ نقشہ کاریوں مرتب کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی متعلقہ آیات مع اردو ترجمہ درج کی جائیں گی ۔ ترجمے میں یکسانیت اور ھم آھنگی پیدا کرنے کے لئے طے کیا گیا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ترجمۂ قرآن کو پیش نظر رکھا جائے گا ۔ قرآن مجید کے بعد احادیث مع ترجمہ کے درج کی جائیں گی ۔ اس کے بعد فقہ کی کتابوں سے متعلقہ مواد اخذ کرکے اختصار کے ساتھ بصورت ترجمہ درج کیا جائے گا ۔ فقہی مسالک میں بالترتیب حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی اور جعفری نقطہ ھائے نظر سے الگ الگ رائیں پیش کی جائیں گی تاکہ کسی بھی مسئلے کے متعلق سارا مواد یکجا مل سکے ۔ وکلاء اور جج صاحبان کو مراجعت میں آسانی ھو ۔ قرآن حدیث اور فقہ کے قانونی مصادر اور شرعی مآخذ ایک نظر میں دیکھے جا سکیں اور حسب ضرورت ان سے استفادہ کیا جا سکے ۔

یہ ایک بہت بڑا کام ہے لیکن ادارے میں قرآن حدیث اور فقہ کے ماھرین کی ایک پوری ٹیم جس طرح مصروف کار ہے توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ منصوبہ مقررہ وقت کے اندر مکمل ھوجائے گا انشاء اللہ ۔ راجہ صاحب نے اس ضمن میں حکومت کی طرف سے ھر طرح کے تعاون کا یقین دلایا ۔ جس سے کارکنوں کو تقویت ملی اور وہ ھمہ تن سرگرم عمل ھیں ۔

(مدیر)

رویت ہلال اور ہجری تقـــویـــم ؟

ضیاءالدین لاہوری

موجودہ زمانے میں جب کہ گزشتہ صدیوں کی نسبت رسل و رسائل اس قدر ترقی کر چکے ہیں کہ عالم اسلام کے تمام ملکوں کا براہ راست رابطہ چند لمحوں میں ممکن ہے پندرھویں صدی ہجری کے آغاز نے کُل اسلامی دنیا میں سرکاری طور پر اسلامی ہجری کیلنڈر اپنانے کی اہمیت میں وقت کی اشد ضرورت کی حد تک اضافہ کر دیا ہے اور یہ احساس شدت سے ابھر رہا ہے کہ تمام مسلمان ممالک اسے اختیار کرکے اسلامی تشخص کا مظاہرہ کریں۔ جہاں تک شمسی عیسوی کیلنڈر سے استفادہ کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ مسلم ہے۔ کھیتی باڑی کا مسئلہ موسموں کے تغیر و تبدل کے باعث کسی خاص عرصہ کی پہچان کی ضرورت غیر مسلم ممالک کے ساتھ خط و کتابت میں اس کا استعمال اور نمازوں کے اوقات وغیرہ مسائل کے پیش نظر ہم اس کی افادیت سے کسی صورت کنارہ کش نہیں ہو سکتے لیکن ہجری کیلنڈر کو ضمنی طور پر اپنا کر صرف مذہبی تقریبات کی ادائیگی کی حد تک محدود کرکے ہم اسلامی قدریں کھونے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہمارے اکثر عظیم دانشور حضرات بھی ہجری تاریخوں اور مہینوں کے ناموں تک سے لاعلم ہوتے ہیں اور مذہبی عبادات کی ادائیگی کی تاریخیں معلوم کرنے کے لئے دوسروں کے دست نگر ہوتے ہیں۔ ہجری کیلنڈر کے باقاعدہ استعمال سے تمام لوگ لاعلمی کی اس کیفیت سے دو چار ہونے سے بچ جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ شمسی کیلنڈر کو ضمنی طور پر جاری

رکھ کر اس سے بھی مستفید ہوتے رہیں گے۔

میرے خیال میں رویت ہلال کا اختلاف ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جو اس دور میں ہجری کیلنڈر کو تمام اسلامی ممالک میں یکساں طور پر اپنانے کی راہ میں حائل ہے۔ ذہن میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ سائنس کی اس ترقی کے زمانہ میں رویت ہلال کے لئے ہم ماہرین علوم فلکیات سے رجوع کریں تاکہ ایک ایسا معیار قائم ہو جائے جس سے ہم آئندہ رویت ہلال کی یقینی پیشن گوئی کر سکیں۔ یقیناً ہر شخص کی یہی خواہش ہوگی کہ اس کا کوئی ایسا حل نکل آئے جس سے ہم شرعی تقاضوں کے مطابق جدید علوم سے استفادہ کرکے نہ صرف یہ کہ تمام عالم اسلام میں ایک ہی روز مذہبی تقریبات منعقد کریں بلکہ روز مرہ زندگی اور دفتری کاموں میں بھی اسلامی ہجری کیلنڈر اپنا سکیں۔ میں نے چند ماہ پیشتر اپنے قیام لندن کے دوران یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری اور رائل گرین وچ آبزر ویٹری سے اس مسئلہ پر خط و کتابت کی۔ میں نے ان سے استفسار کیا کہ کیا علوم فلکیات کے ماہرین کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے آئندہ رویت ہلال کی یقینی پیشن گوئی کی جا سکے۔ میں نے ان سے وضاحت چاہی کہ اس سلسلہ میں چاند کی عمر، غروب آفتاب اور غروب قمر میں فرق اور شاہد (دیکھنے والا) کی سطح سمندر سے بلندی کو کہاں تک دخل ہے۔ اس کے جواب میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر یونیورسٹی آف لندن آبزر ویٹری شعبہ فزکس و علوم فلکیات کے خط محررہ ۱۱ جولائی ۱۹۸۰ع کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ درج ذیل ہے[۱]۔

"آپ کے دوسرے استفسار سے متعلق، کہ آیا آبزر ویٹری سائنس دان کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے آپ نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیشن گوئی کر سکیں، مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ کچھ

۱ - اصل انگریزی خط بطور ضمیمہ نمبر۱ مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں (مدیر)

عرصہ قبل اس خصوصی مسئلہ پر عدلیہ سعودی عرب کے اراکین کے ساتھ میرے طویل مذاکرات ہوئے اور معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی کوئی بھی تجویز یقینی طور پر قرآن مجید کے تقاضوں سے تقریباً متصادم ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ در حقیقت رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ ایک خاص زاویے کا تعین کیا جا سکتا ہے مگر یہ بھی ہمیشہ محض ایک اتفاق کی بات ہوگی کہ خصوصی تیز بصارت کا حامل کوئی فرد خاص کر غیر متغیر اور صاف مطلع میں چاند کے اپنے STATUTORY مقام پر پہنچنے سے بیشتر ہی اسے دیکھنے کے قابل ہو سکے۔ اصل مسئلہ کا، ان نکات میں سے جن کا ذکر آپ نے کیا ہے لازماً کسی سے بھی تعلق نہیں، بلکہ محض اس بات سے ہے کہ چاند سورج سے کس قدر فاصلے پر ہو جو جھٹ سے آسمان پر دکھائی دے سکے۔ جزوی طور پر اس کا انحصار چاند کی سورج سے دوری اور دوسرے تغیر پذیر عناصر پر ہے جیسا کہ فضا میں شفاف پن و موازنہ (CONTRAST) اور مشاہدہ کرنے والے کی نظر کی تیزی۔ قرآن مجید کسی ایسے طریق کار کا جو چاند کے سورج سے ایک مخصوص فاصلے پر مبنی ہو، خصوصاً مزاحم دکھائی دیتا ہے۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا سائنسی طریقہ نہیں ہے جس سے کہ اس موقع پر اسلام کے تقاضے پورے کئے جا سکیں۔

رائل گرین وچ آبزرویٹری انگلستان کی سائنس ریسرچ کونسل فلکیاتی معلومات پر وقتاً فوقتاً تحقیقاتی پرچے جاری کرتی ہے۔ رویت ہلال کے مسئلہ پر

نومبر ۱۹۷۳ء میں ان کی آخری معلوماتی سیٹ نمبر ٦ شائع ہوئی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے[۱]۔

"ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ دکھائی دینے والی تاریخوں کے متعلق پیش گوئی کرنا ممکن نہیں کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہیں جنہیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جا سکے جو چاند کے اول بار دکھائی دینے جانے کے لئے کافی ہوں۔ پیشن گوئی کی سادہ ترین بنیاد یہ ہے کہ متعلقہ جگہ پر غروب آفتاب کے وقت چاند ایک خاص عمر سے (جو فلکیاتی نئے چاند کے وقت سے شمار کی جائے) زیادہ ہو۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ عمر کی بجائے اس وقت چاند کا سورج سے حقیقی زاویائی فاصلہ (ELONGATION) استعمال کیا جائے۔ نیا چاند اس وقت تک دکھائی دینے کے قابل نہیں ہوتا جب تک کہ سورج افق سے نیچے نہ ہو۔ لہذا جھٹ پٹے کے دوران چاند کے ارتفاع کو حساب میں رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ نیا چاند دکھائی دینے کے اتفاقات کا قدرے انحصار چاند کے زمین سے فاصلے پر ہے۔ یہ اتفاقات اس وقت سب سے زیادہ ہوں گے جب چاند قریب ترین (یعنی PERIGEE پر) ہوگا۔ مقامی کیفیات، خاص کر شاھد کی سطح سمندر سے بلندی اور گرد و پیش کے ماحول کی خصوصیت، اهمیت کی حامل ہیں اور جب آسمان ابر آلود نہ بھی ہو تو فضا کے شفاف پن میں ایک سے دوسرے دن قابل ذکر تغیرات ہو سکتے ہیں۔ مشاہدہ کرنے والے کی نظر کی تیزی بھی بڑی اہم

۱۔ اصل انگریزی شیٹ بطور ضمیمہ نمبر۲ مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں (مدیر)

ہے یہ بھی قبول کرنا چاہیئے کہ زمین پر طول بلد اور عرض بلد دونوں کے ساتھ فلکیاتی کیفیات میں قابل ذکر تغیرات ہوتے ہیں اور اگر موسمی کیفیتیں ہر جگہ اچھی بھی ہوں تو رویت ہلال کی تاریخیں جگہ بہ جگہ مختلف ہوں گی. لہذا پیشن گوئیاں صرف محدود علاقوں کے لئے کار آمد ہو سکتی ہیں۔ عام کیفیات کے تحت چاند پہلی مرتبہ اس وقت تک دکھائی نہیں دیتا جب تک کہ اس کی عمر تیس گھنٹوں سے زائد نہ ہو جائے۔ لیکن چند ایسی معتبر اطلاعات بھی موجود ہیں جہاں بہت اچھی کیفیتوں میں چاند اس وقت دیکھا گیا جب اس کی عمر صرف بیس گھنٹے تھی. تین درجے جھکاؤ (DEPRESSION) کی صورت میں جب تک کہ چاند کا ارتفاع (ALTITUDE) پانچ درجے سے اور زاویائی فاصلہ (ELONGATION) دس درجے سے بڑھ نہ جائے اس کا دکھائی دینا بعید از قیاس ہے۔

چونکہ یہ امر واضح ہے کہ رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشن گوئی غیر یقینی ہوتی ہے اس بات کا طے کرنا ضروری ہے کہ آیا قبل ازوقت کسی ایسی پیشین گوئی کو ترجیح دیجائے جسکے حق میں،اگرچہ کیفیات اچھی ثابت ہوں،ثبوت پیش نہ کئے جا سکیں، یا بعد میں کوئی ایسی پیشن گوئی کی جائے جو گزشتہ روز کے مشاهدے کو بے اثر بنا سکے۔ سادہ سا اصول جس کا یہ دفتر عموماً مشورہ دیتا ہے یہ ہے کہ متعلقہ جگہ پر غروب آفتاب کے وقت چاند کی عمر تقریباً تیس گھنٹے یا زیادہ ہونی چاهیئے۔ اور یہ مؤخر الذکر قسم ہے۔لیکن یہ اصول

وسطی اور بالائی عرض البلد میں قابل اعتبار نہیں ہے۔

رویت ہلال کے مسئلے پر بعض مصنفین کی تحریروں کی بنیاد یہ مفروضہ ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں ماہرین علوم فلکیات مکمل معلومات بہم پہنچا سکتے ہیں۔ ماہرین علوم کی آراء اپنے متعلقہ شعبہ کے مسائل پر سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مندرجہ بالا تحقیقات موجودہ دور تک رویت ہلال سے متعلق ماہرین علوم فلکیات کی حتمی سند ہیں جو ان مفروضوں کو غلط ثابت کر رہی ہیں۔ جب مفروضے ہی غلط ہو گئے تو ان کی بنیاد پر پیش کی گئی تجاویز کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی ۔ لہذا ہمیں نئے سرے سے ان مسائل کا حل سوچنا ہوگا ۔

ہجری کیلنڈر کو باقاعدہ اختیار کرنے کا مشورہ دینا تو بہت آسان ہے مگر اس پر عمل در آمد میں کئی مشکلات حائل ہیں۔ ہمارے ہاں قمری تاریخوں اور مذہبی تقریبات کا فیصلہ رویت ہلال کے شرعی ثبوت کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے دفتری طور پر اس کے استعمال میں کئی پیچیدگیاں ہیں۔ گزشتہ تاریخوں کے ایام کی بالکل صحیح نشان دہی کرنا اگر چہ بڑا مشکل اور دقت طلب ہوگا مگر مہینے گزرنے کے ساتھ ساتھ تاریخوں اور ایام کے باقاعدہ نقشے بنا کر اس مشکل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ مگر چونکہ ہر جگہ ہر مہینے تیار کئے جانے والے نقشوں کی دستیابی اکثر افراد کے لئے ممکن نہ ہوگی اس لئے عام حالات میں اس کا ایک حل یہ ہو سکتا ہے کہ ہر تاریخ کے اندراج کے ساتھ یوم کا ذکر بھی ضروری کیا جائے۔ لیکن اگلے مہینوں کی تاریخوں کی صحیح نشان دہی پھر بھی نا ممکن ہوگی اور ہم کسی صورت یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ فلاں تاریخ بروز فلاں۔ اس طرح دنیوی امور کی انجام دہی میں ہمیشہ بے یقینی کی کیفیت رہے گی. اس مشکل کا حل یوں ہو سکے گا کہ یوم کو تاریخ پر ترجیح دی جائے ۔ اور بھی کئی قسم کے مسائل پیدا ہوں گے جن کا حل سوچے بغیر نئے